تحریر جناب سید نفیس الحسینی صاحب
نفیس رقم لاہور

سرحد کا ایک مجاہد ایک عارف باللہ بزرگ

حضرت اخوند عبدالغفور صاحب سوات مرحوم

قطب العارفین غازیِ اسلام حضرت اخوند عبدالغفور صاحب سوات نوراللہ مرقدہٗ کی ذاتِ گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۰۹ھ ۱۷۹۴ء میں ہوئی۔ آپ تیرھویں صدی ہجری کے رجالِ عظیم میں شمار کئے جاتے ہیں۔ ایک صاحبِ فیض و تاثیر شیخ خانقاہ ہونے کے ساتھ ساتھ آپ ایک صاحبِ شمشیر و علم مجاہدِ اسلام بھی تھے۔ آپ کی حیاتِ مبارک جہاد بالسیف اور جہاد بالنفس کا عظیم الشان مرقع تھی۔

علامہ جمال الدین افغانیؒ نے اپنی تصنیف "البیان فی تاریخ الافغان" میں لکھا ہے کہ:۔

"اخوند صاحب سوات کا شمار عالمِ اسلام کی برگزیدہ ہستیوں میں شمار ہوتا ہے۔ آپ کے فتویٰ مستند ہوا کرتے تھے۔ آپ کا شمار ان عظیم انسانوں میں ہوتا ہے جن کے متعلق کہا گیا ہے ع

ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

آپ صرف گوشہ نشین زاہد نہیں تھے بلکہ انیسویں صدی کے عظیم حریت پسند مجاہد، صاحبِ بصیرت سیاستدان، عالمِ اسلام کے نامور عالم اور مجددِ دین اور میدانِ جہاد میں غازیوں کے ایک سرفروش رہنما بھی تھے" ("تاریخ سوات، محمد آصف خان صہ ۱۰۲ ـ ۱۰۳")

آپ امیر المومنین، امام المجاہدین، مجدد الاسلام حضرت سید احمد شہید (۱۲۴۶ھ ۱۸۳۱ء) کے معاصرین میں سے تھے۔ ابتداء میں ان کے بعض خفیہ جنگی مشوروں میں بھی شریک رہے۔ حضرت سید صاحب کی شہادت کے ان کی جماعت کے مجاہدین کے شانہ بشانہ فرنگی فوج سے برسرِ پیکار رہے اور میدانِ کارزار میں اس کے دانت کھٹے کر دیئے جنگ امبیلہ ۱۲۶۳ھ میں آپ کے کارہائے نمایاں تاریخ حریت کا سنہری باب ہیں۔

حضرت اخوند صاحب حضرت خواجہ محمد شعیب تورڈھیری کے خلیفۂ اعظم تھے جنہوں نے ۱۲۳۸ھ میں سکھوں کی فوج سے لڑتے ہوئے میدانِ جہاد میں جامِ شہادت نوش کیا تھا لہٰذا ذوقِ جہاد و سرفروشی مرشدِ عالی مقام ہی

سے پایا تھا۔ بعد میں حضرت سید احمد شہید کی صحبت بابرکت میسر آئی تو وہ سونے پہ سہاگے کا کام کر گئی۔

حضرت خواجہ محمد شعیبؒ کی شہادت کے بعد آپ نے دریائے سندھ کے کنارے ایک چھوٹے سے گاؤں "بیکی" میں سکونت اختیار فرمائی۔ جو قلعہ ہنڈ کے پاس واقع تھا مسلسل بارہ سال تک آپ وہاں زہد و ریاضت میں مشغول رہے۔ اسی زمانے میں سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کا ورود مسعود اس علاقہ میں ہوا۔ حضرت اخوند صاحبؒ بھی ان کے کمالات عرفانی سے متاثر ہو کر ان کے دامن صحبت سے وابستہ ہوئے حتیٰ کہ خاصان بارگاہ میں شامل ہو گئے اور جہاد کے خفیہ مشوروں میں شریک ہونے لگے۔ خادے خان رئیس ہنڈ بھی جو حضرت اخوند صاحب سے عقیدت رکھتا تھا حضرت سید احمد شہید کی خدمت میں مخلصانہ شریک ہونے لگا۔ جب حضرت سید احمد شہیدؒ نے سکھوں کے خلاف قلعہ اٹک پر حملے کا خفیہ پروگرام بنایا تو حضرت اخوند صاحب اس مشورہ میں شامل تھے۔ انہوں نے خان ہنڈ کو حضرت سید صاحب کا مخلص سمجھتے ہوئے یہ راز بتا دیا۔ لیکن خان ہنڈ بد طینت آدمی تھا۔ اس نے لالچ میں آ کر سکھوں کو قبل از وقت خبردار کر دیا۔ اٹک کے جو مسلمان شہر اور قلعے کو مجاہدین کے حوالے کر دینے کی تیاریوں میں شریک تھے انہیں خوفناک سزائیں جھیلنی پڑیں اور پنجاب پر کامیاب اقدام کی سکیم ابتدائی مراحل ہی میں ناکام ہو گئی۔ حضرت اخوند صاحب رحمۃ اللہ علیہ خادے خان کی غداری سے ایسے بددل ہوئے کہ "بیکی" کی سکونت ترک فرما دی اور کسی دوسرے مقام پر چلے گئے اور ایک عرصہ تک بالکل گوشہ نشین رہے۔

۱۸۳۵ء میں حضرت اخوند صاحب نے امیر دوست محمد خان والی کابل کے شانہ بشانہ شیخان کے مقام پر سکھوں کے خلاف جہاد میں حصہ لیا۔ اس جہاد کے بعد آپ وادی سوات میں رونق افروز ہوئے اور موضع سپل بانڈی میں قیام فرمایا۔

۱۸۴۵ء میں سپل بانڈی کو چھوڑ کر آپ نے سیدو میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ سیدو شریف میں مقیم ہونے کے بعد آپ کی شہرت صوبہ سرحد اور افغانستان کی حدود اور سرحدوں سے بھی آگے بڑھ کر ایران، عراق اور شام تک پہنچ گئی۔ دور دراز کے قبائلی علاقوں سے آپ نے سوات کو جہل اور بدعت کی آلائشوں سے پاک کر دیا۔ اخلاقی اصلاح کا سلسلہ سوات میں شروع ہو گیا۔ (تاریخ سوات ص ۹۷)

تجدید دین اور پٹھانوں کی اخلاقی اصلاح کے ساتھ ساتھ اخوند صاحب استبداد کے اس عالمگیر سیلاب کی تباہ کاریوں سے بھی غافل نہیں تھے جو انگریزی حکومت کے روپ میں سارے ہندوستان کو لیئے ہوئے اب آزاد قبائلی

علاقے کی طرف بڑھتا آرہا تھا۔ ۱۸۴۹ء میں جب انگریزوں نے پشاور پر بھی قبضہ کر لیا تو حضرت اخوند صاحب کو سوات اور ملحقہ علاقوں کے بچاؤ کی فکر دامن گیر ہوگئی۔ آزادی اور مذہب کے تحفظ کی خاطر آپ نے ایک مضبوط شرعی حکومت قائم کرنے کی کوششیں شروع کیں۔ چنانچہ مسلسل جدوجہد کے بعد آپ نے سوات اور بونیر کے عمائدین کا ایک اجلاس سیدو شریف میں طلب فرمایا۔ اس اجلاس میں دیر اور باجوڑ کے سرکردہ افراد بھی موجود تھے۔ اجلاس کو خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا۔

"آپ لوگوں کو آنے والے خطرات سے غافل نہیں ہونا چاہیئے۔ شرعی حکومت کا قیام ایک وقتی ضرورت ہی نہیں۔ بلکہ یہ تو ایک قومی اور مذہبی فریضہ بھی ہے۔ برٹش اقتدار کی تباہ کاریوں سے محفوظ رہنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم منظم اور متحد ہو جائیں۔ ہمیں اپنے خانگی اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر متحد ہونا چاہیئے اور دشمن کے مقابلہ میں ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار بننا چاہیئے۔ ان اغراض و مقاصد کے لئے ہمارے پاس شرعی حکومت سے عمدہ ذریعہ اور کوئی نہیں ہے جس کے ذریعے ہم متحد ہو کر اپنا تحفظ کر سکیں۔

یاد رکھو! اگر اس موقعہ پر آپ لوگوں نے ذرا سی بھی غفلت کی تو پھر غلامی مقدر ہو چکی ہے اور اس سیاہ دیو کا لقمہ بننے سے پھر ہم بچ نہیں سکتے۔ ہمیں اپنے اعمال اور کردار کو بالکل اسلامی سانچے میں ڈھالنا چاہیئے۔ خداوند کریم ہمارے ساتھ ہے۔"

آپ کی تقریر ایسی موثر اور کارگر ثابت ہوئی کہ یوسف زئی خوانین اور عمائدین فوراً شرعی حکومت کے قائم کرنے کے لئے بالکل متفق ہو گئے۔

امیر شریعت کے انتخاب کا مسئلہ پیچیدہ تھا۔ ان لوگوں نے اخوند صاحب سوات کو خود یہ منصب سنبھالنے کو کہا لیکن آپ نے فرمایا کہ عزیزو! میری جدوجہد اس مطلب کے لئے نہیں کہ میں خود امیر بن جاؤں۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے آپ نے ضلع ہزارہ کے موضع ستھانہ کے سید اکبر شاہ صاحب کا نام پیش کیا۔ سید اکبر شاہ صاحب کے بھی یہ لوگ واقف تھے ان کی قابلیت اور خاندانی تقدس مسلم تھی۔

سید اکبر شاہ صاحب مشہور صوفی بزرگ سید علی ترمذی مشہور پیر بابا کی نسل سے تھے نیز ان کے دادا سید زمان شاہ بھی اپنے وقت کے مشہور صوفی اور عابد تھے۔ خاندانی خصوصیات کے علاوہ خود ان کی شخصیت بھی قبائل میں جانی پہچانی تھی۔ سید اکبر شاہ کافی عرصہ حضرت سید احمد بریلویؒ کے معتمد خصوصی رہ چکے تھے۔ لہذا ایک مدبر سیاستدان بھی تھے۔ چنانچہ سید اکبر شاہ کو ہی امیر شریعت منتخب کیا گیا۔ صاحب سوات نے خود سب سے اول سید اکبر شاہ کی بیعت کی۔ موضع نالیگی کو دارالخلافہ قرار دیا گیا۔ اس طرح حضرت صاحب سوات کی جدوجہد

سے پہلی شرعی حکومت قائم ہوگئی۔

افسوس کہ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء سے صرف ایک سال پہلے ۱۸۵۶ء میں سید اکبر شاہ صاحب کی وفات پر سوات کی شرعی حکومت ختم ہوگئی۔ ایک انگریز مصنف سر ہربوٹ ایڈورڈ لکھتا ہے۔

"اگر سوات کی شرعی حکومت اور مجاہدین قبائل کا سربراہ سید اکبر شاہ زندہ ہوتا تو ۱۸۵۷ء کی جنگ کا نقشہ کچھ اور ہوتا۔" (تاریخ سوات صہ ۸۰ تا ۸۲)

جنگ امبیلہ ستھانہ حضرت سید احمد شہیدؒ اور ان کے مجاہدین کا اہم مرکز تھا اور سادات ستھانہ مجاہدین سے وابستہ تھے۔ انگریز مجاہدین کے مراکز پنجتار، ستھانہ اور منگل تھانے کو تباہ و برباد کرنا چاہتے تھے۔ جب سادات ستھانہ اور اتمان زئیوں میں اختلاف پیدا ہوا اور سادات کے سرکردہ سید عمر شاہ شہید ہوئے تو سادات نے ملکا کو اپنا مرکز بنالیا۔ یہ مقام ستھانہ سے ۴۵ میل کے فاصلے پر ہے۔ مجاہدین بھی ملکا کو محفوظ مقام سمجھ کر یہیں پہنچ گئے۔ مولانا عبداللہ امیر المجاہدین تھے۔ سید عمر شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ان کے بھتیجے سید مبارک شاہ سادات ستھانہ کے قائد قرار پائے۔ اتمان زئیوں نے انگریزی حکومت کو باخبر کردیا۔ انگریزوں نے مجاہدین و سادات کے اس مرکز کو تاخت و تاراج کرنے کا منصوبہ بنایا۔ ادھر سادات اور مجاہدین نے بھی مل کر مدافعت کا پورا پورا انتظام کیا اور جہاد کا اعلان عام کردیا۔

(تذکرہ صوفیائے سرحد صہ ۵۵۵، بحوالہ کتاب یوسف زئی صہ ۴۲۵)

۱۸۶۳ء میں جب ضلع مردان کے جنوبی علاقوں میں انگریزی فوج نے نقل و حرکت شروع کی تو امیر المجاہدین مولانا عبداللہ صاحب نے ضلع مردان کے سرکردہ خوانین کو خطوط لکھ کر اس خطرے سے خبردار کیا۔ اس سلسلہ میں ایک خط حضرت اخوند صاحب سوات کی خدمت میں بھی بھیجا گیا۔ جس میں آپ کی بزرگانہ عظمت اور دینداری کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا گیا۔ کہ "خدا تعالیٰ نے آپ کو دنیا میں فضیلت اور برتری عطا کی ہے۔ فرنگی جنگ کے ارادے سے فوج کے ساتھ ہماری طرف آرہے ہیں ان کا ارادہ مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے کا ہے۔ دربند، تربیلا اور لاھب میں ان کے لشکر موجود ہیں۔ بہت سے خوانین اور رؤسا فرنگیوں کے ساتھ اپنے اخلاص کا اظہار کررہے ہیں۔ ان حالات میں مسلمانوں کی حمایت و رفاقت نہ صرف آپ پر بلکہ تمام کلمہ گویوں اور دین حق کے خیر خواہوں پر فرض ہے۔ آپ کو چاہئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی خاطر شاہزادہ مبارک شاہ کی حمایت کریں۔ دین کی عزت کا پاس مومنوں کے لئے زیبا ہے۔ خدا کی بارگاہ سے اس نیکی کی جزا ملے گی۔ اگر مسلمان دین کی عزت کا پاس نہ کریں گے تو دشمن کے ہاتھ سے سخت تکلیفیں اٹھائیں گے۔"

حضرت اخوند صاحب نے یہ خط پڑھ کر فرمایا۔ "اس وقت بیشک مذہبی جنگ درپیش ہے۔ شاہزادہ

مبارک شاہ مومنوں کا سردار ہے، امارت اس کی مسلّم ہے اور سادات پہلے ہی سے سرداری کے منصب پر فائز چلے آتے ہیں۔" (سرگزشت مجاہدین صہ ۳۲۵، ۳۲۶)

۱۸ اکتوبر ۱۸۶۳ء (۱۲۸۰ھ) کو جنگ امبیلہ کا آغاز ہوا۔ جنرل چیمبرلین انگریزی فوجوں کا سپہ سالار تھا مجاہدین بڑی جانبازی، شجاعت اور بہادری کے ساتھ لڑے۔ مجاہدین اور انگریزی فوجوں میں دس بارہ معرکے بڑے زور کے ہوئے حضرت اخوند صاحب کو اس جنگ کی اطلاع خط کے ذریعے سے پہلے دی جا چکی تھی۔ انہوں نے اپنے علاقے میں جہاد کا اعلان کر دیا اور اپنے معتقدین کو حکم دیا کہ ہر شخص ہتھیار اور کھانے پینے کا سامان لے کر فوراً میدان جنگ میں پہنچ جائے۔ اخوند صاحب نے سیدو شریف سے روانہ ہو کر ینگورہ میں قیام فرمایا۔ اور وہاں نماز جمعہ کے بعد ایک خطبہ دیتے ہوئے جہاد کی اہمیت اور فضائل بیان کئے۔ اور اسی خطبے میں اعلان کیا کہ اگر انگریز اس علاقے پر قابض ہو گئے تو میں اس ملک کو چھوڑ کر ہجرت کر جاؤں گا۔" تذکرہ صوفیائے سرحد صہ ۵۵۷

انگریزوں کو سب سے بڑھ اندیشہ یہ تھا کہ کہیں اخوند صاحب سوات مجاہدین کا ساتھ دینے کے لئے تیار نہ ہو جائیں۔ بونیر، سوات یا دوسرے خطوں اور میدانی علاقے میں ان کا اثر و رسوخ بہت زیادہ تھا۔ اخوند صاحب ہمہ گیر قبائلی ہیجان کو دیکھ خاموش نہ بیٹھ سکتے تھے۔ چنانچہ وہ بھی موقع پر پہنچ گئے۔ اور ان کی وجہ سے قبائلی جوش و خروش میں مزید تندی اور تیزی پیدا ہو گئی (سرگذشت صہ ۳۳۰)

مجاہدین اور انگریزی فوجوں کے درمیان تین معرکے ہو چکے تھے کہ حضرت اخوند صاحب نے ۲۶ اکتوبر ۱۸۶۳ء کو چار ہزار پیادہ سرفروش غازیوں اور ایک سو بیس سواروں کے دستے کے ساتھ محاذ جنگ امبیلہ پہنچ کر وہاں مسجد میں قیام فرمایا۔ امیر المجاہدین مولانا عبداللہ صاحب اور شاہزادہ مبارک شاہ صاحب نے آپ سے مسجد میں ملاقات کی۔ جماعت مجاہدین کے عقائد کے بارے میں انگریزوں اور ان کے بدنہاد حامیوں نے پورے علاقے میں چونکہ بہت گمراہ کن پروپیگنڈا کر رکھا تھا اس لئے امیر المجاہدین مولانا عبداللہ صاحب نے اخوند صاحب سے ملاقات کرتے ہی نہایت دل فگاری سے عرض کیا کہ سب سے پہلے آپ میرے عقائد سن لیجئے تاکہ میرے مذہب کی حقیقت آپ پر واضح ہو جائے۔ ان کے عقائد سن لینے کے بعد اخوند صاحب نے فرمایا کہ اب مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ میں آپ کو اپنا فرزند سمجھتا ہوں اور ہر وقت آپ کا خیر خواہ ہوں۔ پھر محبت سے گلے لگا کر فرمایا کہ آج میرے اور آپ کے ناموس پر حملہ ہوا ہے ہمارا فرض ہے کہ ہم مل کر انگریزوں سے لڑیں۔

(تذکرہ صوفیائے سرحد صہ ۵۵۷)

انگریزوں نے مجاہدین کے عزم و استقلال کو دیکھ کر محسوس کر لیا۔ کہ مجاہدین سے توپ و تفنگ سے مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ لہذا انہوں نے مکاری، فریب اور پھوٹ ڈالنے کے حربوں سے کام لینا شروع کیا۔ انہوں نے باجوڑ

دیر اور بنیر کے خوانین کو خرید لیا۔ ان کے قبائلیوں نے ہمت ہار دی اور واپس جانے لگے۔ اس اثنا میں انگریز کمشنر نے ایک خط میں حضرت اخوند صاحب کو لکھا کہ "آپ کیوں ناحق لوگوں کو قتل کرا رہے ہیں۔ برطانیہ کی طاقت بہت بڑی ہے۔ یہ لوگ ان کے نئے آلاتِ حرب کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ آپ درویش ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ آپ گوشہ نشینی اختیار فرمائیں۔ ہم تو صرف مجاہدین کو ملک سے نکالنا چاہتے ہیں۔"

حضرت اخوند صاحب نے کمشنر کو جواب میں لکھا کہ "بیشک آپ قوی ہیں۔ لیکن آپ سے بھی زیادہ ایک قوی اور منصف ہستی موجود ہے جس نے اصحابِ فیل کو ابابیلوں سے تباہ کرایا۔ فرعون کو غرق کیا۔ نمرود کو مچھر سے ہلاک کرایا۔ بلاشبہ میں فقیر ہوں۔ آپ کیوں بار بار فقیروں پر چڑھائی کرتے ہیں۔ یہ طرز آپ کی حکومت کی شان کے خلاف ہے۔"

("تذکرہ صوفیائے سرحد ص ۵۵۸)

۲۳ دسمبر ۱۸۶۳ء کو انگریزی فوج اور مجاہدین کے درمیان ایک خون ریز معرکہ ہوا۔ لیکن باجوڑ، دیر اور بونیر کے خوانین کی بے وفائی سے انگریزوں کو تقویت حاصل ہوگئی اور وہ شکستِ فاش سے بچ گئے۔ اس جنگ میں بظاہر ان کا پلہ بھاری نظر آرہا تھا۔ انگریزوں نے کئی بار حضرت اخوند صاحب کو ہتھیار ڈالنے کے پیغام بھیجے لیکن آپ نے ہر بار انکار کیا۔ اور فرمایا "ہم تو خدا کی راہ میں جہاد کرنے نکلے ہیں۔ لہٰذا شہید ہو جائیں گے۔ ہمارے لئے شہادت سے زیادہ کوئی سعادت ہی نہیں۔ ہم ملک گیری یا دنیاوی مفاد کے لئے نہیں لڑتے۔ اپنے وطن کی حفاظت اور فطری حقِ آزادی کے تحفظ کے لئے لڑنا تو ہمارا فرض ہے۔ خدا ہمارے ساتھ ہے۔"

اخوند صاحب ایک چٹان پر مورچہ بنائے ہوئے اس میں تشریف فرما تھے۔ اسمٰعیلہ کے محاذ پر ہندوستانی مجاہدین اور چند عقیدت مند صاحب سوات کے گرد حلقہ باندھے ہوئے بے سروسامانی کے عالم میں لڑ رہے تھے۔ اس معرکے میں جانباز مجاہدین انجام سے بے نیاز ہو کر پوری بے جگری اور مردانگی سے برٹش فوجوں کا مقابلہ کر رہے تھے۔ قبائلی پٹھانوں نے بے سروسامانی کے عالم میں گویا جنگ کے وہ جوہر دکھائے کہ انگریزوں کا فاتحانہ غرور خاک میں مل گیا۔ پہلے حملے میں برطانوی فوج جو تربیت یافتہ تھی اور ہر قسم کے جدید اسلحہ سے لیس تھی ایسی منہ کی کھائی کہ بقول ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر "آگے بڑھنا ناممکن تھا اور پیچھے ہٹنا شکست سے بدتر۔"

("تاریخ سوات: محمد آصف خاں ص ۳۸ تا ۳۹ ملخصاً)

حضرت اخوند صاحب سوات کی حیاتِ مبارک پر امام المجاہدین حضرت سید احمد شہید اور ان کی جماعت مجاہدین کے جذبۂ جہاد اور ذوقِ عمل کی گہری چھاپ نظر آتی ہے بلکہ بہت ہی مشابہت و مماثلت پائی جاتی ہے۔ مؤلف تاریخِ سوات نے صاحبِ سوات کی زندگی کے جو پانچ مقاصد بیان کئے ہیں ان سے اس کی تائید و تصدیق ہوتی ہے وہ مقاصد حسبِ ذیل ہیں :-

۱۔ تجدید دین اسلام اور پٹھانوں کی اخلاقی اصلاح۔
۲۔ جہل بدعات اور باطل رسومات کا انسداد۔
۳۔ سوات اور بونیر کے حکومت الٰہیہ کا قیام۔
۴۔ صوبہ سرحد کو انگریزی تسلط سے آزاد کرانا۔

اس میں شک نہیں کہ آپ زندگی کے مذکورہ اول تین مقاصد میں کامیاب بھی ہوئے اور موخر الذکر کی تکمیل کے لئے تیاریوں میں مصروف ہی تھے کہ دنیا سے کوچ کرنے کا وقت آگیا۔ اور اگر زندگی وفا کرتی تو آپ امیر شیر علی خاں (والی کابل) سے مل کر انگریزوں کے ساتھ جہاد کرنے والے تھے۔ ۹۵

سات محرم الحرام ۱۲۹۵ھ مطابق ۲ جنوری ۱۸۷۷ء کو چوراسی سال کے شب و روز گذار کر زہد و شجاعت کا یہ آفتاب عالمتاب غروب ہوگیا۔ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً

آپ کے وصال کے بعد آپ کے خلفائے کرام بھی جذبۂ جہاد سے سرشار رہے۔ انہوں نے انگریزوں کے خلاف علم جہاد بلند کئے رکھا۔

مولانا نجم الدین ہڈے ملا (م ۱۳۱۹ھ ۱۹۰۱ء) اور مولانا عبدالوہاب صاحب پیر مانکی شریف (م ۱۳۲۲ھ ۱۹۰۴ء) اس سلسلے میں خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ حضرت ہڈے ملا اپنے مرشد گرامی کے وصال کے بعد ۱۸۷۷ء سے ۱۹۰۱ء تک تقریباً چوبیس سال تک ان تمام لڑائیوں میں شریک رہے جو انگریزوں اور قبائلی مسلمانوں کے درمیان ہوئیں۔ پیر مانکی صاحب حضرت اخوند صاحب کے ہمراہ جنگ امبیلہ میں شریک تھے۔ حضرت ہڈے ملا کے خلفاء میں حاجی فضل واحد صاحب ترنگزئی (م ۱۳۵۶ھ ۱۹۳۷ء) کا نام نامی بہت ممتاز ہے۔ حاجی صاحب ترنگزئی نے بھی جہاد کی روایات کو برقرار رکھا۔ اور عمر بھر انگریزوں کے خلاف لڑتے رہے۔ اور ایک مجاہد اسلام کی زندگی بسر کی۔ برصغیر کی مشہور تحریک ریشمی رومال کے بھی آپ سرگرم کارکن اور مجاہد تھے۔ امیر تحریک حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحبؒ سے باقاعدہ آپ کا رابطہ اور راز و نیاز تھا۔

حاجی صاحب ترنگزئی اور سنڈاکی ملا صاحب دونوں کا تعلق حضرت شیخ الہند کی تحریک کے ساتھ تھا۔ حضرت شیخ الہندؒ کے زمانہ اسارت مالٹا میں تحریک ریشمی رومال کے قائد و امیر قطب ربانی حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری (م ۱۳۳۷ھ ۱۹۱۹ء) کے مرشد اول حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب سہارنپوری بھی حضرت اخوند صاحب سوات کے خلفائے عظام میں سے تھے۔

حضرت شاہ عبدالرحیم رائپوری قدس سرہ کے خلیفہ اعظم و جانشین قطب الارشاد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری قدس سرہ تھے جن کا سلسلہ شرق و غرب میں پھیلا ہوا ہے۔ ✦